بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء ...

محترم جناب مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی !

انجناب سے درج ذیل مسئلہ کے بارے میں راہنمائی کی درخواست ہے :

ہمارے شیخ صاحب جنھوں نے عصری تعلیم حاصل کی ہوئی ہے اور ایک بڑا طبقہ انکے مریدین میں شامل ہے جن میں کثیر تعداد عصری تعلیم یافتہ افراد کی بھی ہے۔ ان کی تربیت سے میڈیکل بچیوں کی زندگیاں بھی بدلی ہیں۔ ان صحبتوں سے گناہوں سے توبہ بھی کی اور نیکی کی زندگی گزارنی شروع کی۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی محسوس ہوتی ہے۔ دل میں گواہی دیتا ہے کہ ہماری زندگیاں تبدیل ہوئی ہیں اور صحبت میں آکر اللہ تعالیٰ کی محبت اور بڑھی تو ایسے میں سوچنا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت گھر بیٹھے نہیں ملے گی، اس محبت کو حاصل کرنے کے لیے لڑکیوں کا شیخ صاحب کے پاس جانا ہوتا ہے۔

ان شیخ کے احوال اور طرز تعلیم میں سے کچھ امور باعث تشویش ہیں جو حسب ذیل ہیں :

(۱) ان کا کہنا یہ ہے کہ عورتوں پر دین کا کام اس لیے شروع کیا کہ عورتوں میں ولایت صرف رابعہ بصری کو ملی ہے۔ اب تاکہ عورتوں کو بھی ولایت مل سکے اگر انکو کوئی بچی فون پر کوئی گناہ بتائے کہ اس سے فرض نماز بھی چھوٹ رہی ہے تو اُسے یہ کہنا کہ رابطے کی کمی ہے اور یہ کہنا کہ ہمیں آپ سے محبت ہے ہمیں اس سے فرق نہیں پڑتا کہ آپ کیا کرتی ہیں ؟

(۲) شیخ کو دیکھنا جائز ہے باقی نامحرم سے نظر کا پردہ ہے کیونکہ شیخ کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے، گناہ جھڑتے ہیں، دلوں کے بند تالے کھولتے ہیں، اللہ والوں کے چہرے پر اللہ کا نور ہوتا ہے تو جب ہم اللہ والوں کو دیکھتے ہیں تو اس نور کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور پیر صاحب کا اپنی مرید خواتین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا خاص طور پر خلوت میں اور تاویل یہ دینا کہ توجہ ڈال رہے ہیں

(۳) شیخ کی محبت [illegible] ہے، جتنی محبت شیخ سے ہوگی پھر یہی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں تبدیل ہو جائے گی اور پھر اللہ کی محبت میں۔ اس لیے جتنی شدید شیخ کی محبت ہوگی اتنی زیادہ اللہ سے محبت ہوگی۔

☆ (۴) ضابطے سے زیادہ رابطہ اہم ہے۔ جوان لڑکیوں کا شیخ سے رابطہ کرنا ذکر اذکار سے زیادہ اہم ہے۔ جو روحانی ترقی شیخ سے رابطہ کرنے سے ملتی ہے۔ وہ گھر میں بیٹھ کر ذکر اذکار اور مراقبے سے نہیں ملتی۔

(۵) شیخ کا خلوت میں عورت سے ملنا جبکہ خلوت کی ملاقات میں عورت برقعے میں ہوتی ہے لیکن درمیان میں کوئی پردہ موجود نہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ پیر صاحب وہ واحد پیر ہیں جو عورتوں کو اس طرح وقت دیتے ہیں۔

(۶) بچیوں کا نقاب اتروانا۔ تاویل یہ دی کہ آپکو دین میں آگے بڑھانا ہے اس لیے آپ پر جادو یا نظرِ بد کا اثر دیکھنا ہے

(۷) ایک بچی سے کہا کہ نقاب اُتار کر چہرہ دکھاؤ۔ کیا اپنے کبھی اللہ کا دیدار کیا ہے

(۸) ایک بچی سے خود یہ کہا کہ جو زنا کرتا ہے اس سے میں تفصیل کے ساتھ پوچھتا ہوں، تفصیل سے یہ واقعات پوچھے جاتے ہیں اور پھر تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔ تنہائی میں زنا کے واقعات تفصیل سے بیان کرنا اور تاویل یہ دینا کہ آپ نے دین کا کام کرنا ہوتا ہے آپکو معلوم ہونا چاہیے۔

(۹) اگر کوئی بچی زنا جیسا گناہ بتائے تو اسے مجبور کرنا کہ پیر کو سب کچھ بتائے کیونکہ زنا جیسا گناہ معاف نہیں ہوتا۔ جب تک پیر کی خاص دعائیں نہ ہوں۔ ان کے استغفار کرنے سے معاف ہو جاتا ہے پھر اس بچی کو بار بار اپنے پاس بلانا اور خلوت میں وقت دینا کہ توجہ ڈال رہے ہیں اور اسے وہ محبت دینا جیسے پہلے اسے کسی نامحرم سے ملتی تھی۔

(۱۰) عمر رسیدہ پیر صاحب کا عورت کو اپنے ہاتھ کا بوسہ دینے کا کہنا یا پیر دبانے کا کہنا یہ کہہ کر کہ آپ ڈاکٹر ہیں میں مریض تو آپ میرے پیر دبائیں یا نامحرم عورت سے ناخن کٹوانا۔ اکثر جوان لڑکیوں کو مسیج کرنا اور شعر وشاعری بھیجنا۔ فون پر محبت سے بات کرنا۔

(۱۱) پیر صاحب کا ایک بچی سے کہنا کہ فنا فی الشیخ میں کچھ لڑکیوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ انکا دل کرتا ہے کہ اپنے شیخ کے بہت قریب ہو جائیں شیخ سے معانقہ کریں اور انھیں پیار کریں۔

(۱۲) شیخ کا خلوت میں غیر شرعی کام کروانا اور یہ کہنا کہ یہ بات کسی کو نہیں بتانا ورنہ کیفیت ختم ہو جائے گی۔

اب ہم کچھ سینئر لڑکیاں شیخ کے پاس جانے سے روک رہی ہیں تو جونیئر (چھوٹی) لڑکیوں سے کہا جارہا ہے یہ جماعت شیخ کے آنسو سے بنی ہے۔ نسبت تو پیر کے پاس ہے۔ ان لڑکیوں کے پاس کچھ نہیں۔ کسی کے پاس حق نہیں کہ شیخ کے پاس آنے سے روکا جائے۔ جونیئر لڑکیوں کو حکم دیا جائے کہ سنیئر سے رابطہ ختم کردو۔ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گی۔ سب سے زیادہ علم شیخ کے پاس ہے اور شیخ نے اپکو شریعت

سیکھائی ہے جو دین اپکے پاس ہے وہ شیخ کا دیا ہے۔
شیخ کو غیر شرعی کام کرتا دیکھ کر ہم نے بچیوں کو سمجھانے اور
خاموشی سے پیچھے کرنے کی کوشش کی تو ہماری باتیں پیر صاحب تک پہنچ
گئیں۔ انہوں نے بچیوں سے کہا کہ یہ دجال کا فتنہ ہے جو ان لڑکیوں
کی باتیں مانے گا وہ نہ تو دین کا کام کرے گا بلکہ اس دجالی فتنے میں
ملوث ہو جائے گا، جو بھی شیخ کا دل دکھائے مکتوبات مجددیہ میں
ہے کہ ایسا شخص کتے سے بدتر ہے۔

ایک طرف لڑکیوں کی عزت خراب کی جارہی ہے اور دوسری طرف
باقی ساری لڑکیوں کے سامنے آنسو بہانا کہ ان لوگوں نے مجھے
ذلیل کردیا۔

کہا جارہا ہے جو شیخ سے ملنے آئے گا اسے اسباق دیے جائیں گے
مراقبے کے۔ جو شیخ کا حکم نہ مانے گا تو اس کے سروں سے دوپٹے
اتر جائیں گے، ایمان خراب ہو جائے گا۔ ایک لمحے میں اللہ اپنی
معرفت چھین لے گا۔ ان سے دین کا کام، دین کا علم چھن جائے گا۔
جس نے غیر شرعی کاموں کا الزام لگایا وہ خود غیر شرعی کاموں، اس
نامحرم کے فتنے میں ملوث ہوگا، بچیاں ڈر گئی ہیں کہ ہم پر وبال نہ آجائے۔

اس تمام تفصیل کے بعد درج ذیل امور میں ہماری
شرعی راہنمائی فرمائیں:

سوال نمبر ۱: یہ کہنا کہ اور بچیوں کو بھی ساتھ لے کر آؤ تاکہ ان کے دل میں
اللہ کی محبت اور بڑھے اور وہ بھی توبہ کریں جبکہ خود بھی ہماری
زندگی بدلی ہو تو بار بار رابطہ بڑھانا اور بار بار ملنے جانا درست ہے؟
کیا خواتین کے لیے دین پر چلنے کے لیے شیخ سے رابطہ، شیخ کا انھیں بلاتا

اور محبت لازمی ہے؟

سوال نمبر (۲) : کیا کسی بھی شرعی تاویل سے خلوت میں شیخ سے ملنا اور شیخ کے Bed room میں اکیلے ملاقات کرنا جبکہ انکی اہلیہ الگ کمرے میں آرام کرتی ہوں" - درست ہے؟

سوال نمبر (۳) : کیا کسی پیر کا نظر اُٹھا کرنا محرم عورت کو دیکھنا اور نامحرم عورت کا پیر صاحب کو دیکھنا جائز ہے - کیا نبی صلی اللہ علیہ والیہ وسلم عورتوں کی طرف نظر اُٹھا کر بات کرتے تھے؟

سوال نمبر (۴) : کیا کسی تاویل کے ساتھ شریعت میں جائز ہے کہ پیر صاحب اپنے ہاتھ کا بوسہ دلانے کا کہے؟

سوال نمبر (۵) اگر کوئی عمر رسیدہ شیخ خواتین سے کہے کہ آپ ڈاکٹر ہیں میں مریض، آپ میرے پاؤں دبائیں یا کسی اور تاویل کے ساتھ پیر دبانے کا کہیں تو کیا یہ جائز ہے؟ اور پیر کو مریض سمجھ کر اسکی خدمت کرنا کہ ہم ڈاکٹر ہیں جبکہ باہر مرد موجود ہیں؟ کیا شیخ کا ناخن کسی نامحرم عورت سے کٹوانا جائز ہے؟

سوال نمبر (۶) دین میں آسانی ہے جنگ کے وقت عورتیں گھر سے باہر نکلتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں لہذا اس تاویل کی وجہ سے جوان لڑکیوں کا شیخ کے پاؤں پر کریم لگانا یا مالش کرنا پاؤں کی - یہ جائز ہے؟

سوال نمبر (۷) کیا کسی عمر رسیدہ شیخ کا اکثر / روزانہ جوان لڑکیوں کو میسج کرنا

اور شعر و شاعری بھیجنا فون پر محبت سے بات کرنا جائز ہے ؟

سوال نمبر (۸). کیا کسی شیخ کے لیے میاں بیوی کے قریبی تعلقات اور زنا کی تفصیلات کھول کھول کر کسی غیر شادی شدہ لڑکی سے بیان کرنا درست ہے نیز Homosexuality اور جانوروں کے ساتھ تعلقات کو بیان کرنا اور لڑکی کی شہوت کو ابھارنا درست ہے ؟

سوال نمبر (۹). کیا کسی نسبت اور نور کو حاصل کرنے کے لیے کسی نامحرم عورت سے شیخ کا معانقہ کرنا جائز ہے ؟ یا پیر کا کسی گناہ کو دور کرنے یا فنافی الشیخ کی کسی خاص کیفیت کو حاصل کروانے کے لیے نامحرم مرید خواتین سے معانقہ کرنا جائز ہے جبکہ پیر صاحب کی عمر زیادہ ہو ؟

سوال نمبر ۱۰. کہا جاتا ہے کہ تصوف کی کتابوں میں ہے کہ اگر پیر کو کسی کے ساتھ بستر پر لیٹا بھی دیکھو تو اسے اپنی نظر کا دھوکا سمجھو تو اگر ایسے میں کوئی حقیقت ہو۔ اپنے شیخ کے بارے میں ایسی بات سنے یا دیکھے تو اُسے بھی نظر کا دھوکا سمجھے ؟

سوال نمبر ۱۱: ہر گزرتے دنوں کے ساتھ یہ غیر شرعی کام بڑھتے جا رہے ہیں۔ اتنا بڑا مسئلہ ہمارا بنا پھر بھی بچیوں کو خلوت میں وقت بھی مل رہا ہے اور غیر شرعی کاموں کی طرف مائل بھی کیا جا رہا ہے ایسے میں ہم سینئر لڑکیوں کی کیا ذمہ داری ہے جونیئر بچیاں ہم سے بدگمان ہیں کہ ہم نے پیر صاحب پر بہتان لگایا ہے ؟

سوال نمبر (۱۲) پیر صاحب کے خلیفہ اور انکی اہلیہ جو پہلے تو ہمارا ساتھ دے رہے تھے لیکن ان پر بہت دباؤ ڈالا گیا ہے وہ اب خاموش ہو گئی ہیں کہ پیر صاحب

کی دوبارہ نہ ہو جسکی وجہ سے بڑکیوں کا بہت نقصان ہو رہا ہے
ایسے میں ان خلیفہ صاحب اور انکی اہلیہ کی کیا ذمہ داری ہے..؟

سوال نمبر (۱۳) پیر صاحب نے ہمیشہ ہمیں مفتیان اور علماء کرام سے دور رکھا یہ کہہ کر کہ باقی علماء انجینئر اور ڈاکٹر نہیں، یہ نہیں جانتے کہ کالج کا ماحول کیسا ہے اس لیے وہ فتوی دے دیتے ہیں کہ عورتوں کو وقت نہ دیا جائے ملاقات کا۔ جبکہ اپکے شیخ یونیورسٹی کے ماحول میں رہے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ اس ماحول میں پڑھنے والی عورتوں کو صحبت کی کتنی ضرورت ہے تاکہ بچیاں گناہ سے بچ سکیں کیا یہ سب درست ہے؟

سوال نمبر (۱۴) اب ہم پر شیخ کے اتنے احسان ہیں کہ انکی وجہ سے ہم دین پر آئے۔ ایسے میں کوئی غیر شرعی چیز اپنے شیخ میں دیکھیں تو جانتے بوجھتے ہوئے یہ سوچنا کہ شیخ کے ہم پر کتنے احسان ہیں کہ کوئی مفتی فتوی دے بھی دے تب بھی ہم اس کو نہیں مانتے کیا یہ بھی درست ہے؟

ایک طرف ڈر لگتا ہے کہ یہ باتیں سن کر کسی کا ایمان خراب نہ ہو جائے اور دوسری طرف بچیوں کی عزت کا سوال ہے کیونکہ اب جونیئر لڑکیوں کا باقاعدہ پیر صاحب سے رابطہ بہت بڑھ گیا ہے غیر شرعی کاموں میں کمی دکھائی نہیں دیتی
حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت

لہٰذا ہم سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی ان تمام سوالات کا قرآن اور
سنت سے تفصیلی جواب بیان فرمادیں۔ ہم نے آخری امید
سمجھ کر اب آپ کو یہ خط تحریر کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدا ومصليا

واضح رہے کہ دین میں اصل "اتباعِ شریعت" ہے، اور قرآن وحدیث میں جابجا بس شریعت کی اتباع کا ہی حکم دیا گیا ہے، چنانچہ سورۃ الجاثیۃ میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ} [الجاثية : 18]

ترجمہ: (اے پیغمبر) ہم نے تمہیں دین کی ایک خاص شریعت پر رکھا ہے، لہٰذا تم اسی کی پیروی کرو اور اُن لوگوں کی خواہشات کے پیچھے مت چلنا جو حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔(ترجمہ از آسان ترجمہ قرآن: ۱۰۴۵)

شریعت یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا بقیہ تمام چیزوں سے بالاتر ہونا اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا لازم ہونا طے شدہ ہے، جس میں دورائے نہیں ہوسکتیں اور اس سلسلے میں بکثرت نصوص وارد ہوئی ہیں لیکن ایک مسلمان کیلئے یہ ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ اسکو ثابت کرنے کیلئے نصوص کو ذکر کرنا "تحصیلِ حاصل" کے مترادف ہے۔

نیز "طریقت" شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں، بلکہ مکمل شریعت پر چلنے (اور مسلمان کے باطن سے متعلق وہ شرعی احکام جن پر تقرّب الی اللہ موقوف ہے، کو پورا کرنے) کے راستے کو ہی درحقیقت "طریقت" کہتے ہیں، کیونکہ "طریقت" کے لغوی معنیٰ "راستہ" کے ہیں، اور شریعت پر عمل پیرا ہونے اور باطن سے متعلق احکام کو پورا کرنے کے طریقوں کو "طریقت" (راستہ) اسلئے کہا جاتا ہے کہ اسکے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے، یعنی اسکی رضا حاصل کرلیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ شریعت کو چھوڑ کر کوئی ایسا راستہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچادے، لہٰذا "طریقت" درحقیقت "شریعت" کے راستہ کو ہی کہتے ہیں، چنانچہ قرآنِ کریم میں جن آیتوں میں بھی "طریقۃ" یعنی راستہ کا ذکر آیا ہے، اُن میں سے بہت سی آیات میں اُس "راستہ" (طریقت) سے مراد "شریعت" ہی ہے:

قوله تعالى: {وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا} [الجن : 16]

التفسير المظهري - (10 / 90)

لو استقاموا اى الجن والانس عَلَى الطَّرِيقَةِ المرضية لله تعالى وهى دين الإسلام والفطرة التي فطر الناس عليها

قوله تعالى {يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ} [الأحقاف : 30]

تفسير الألوسي = روح المعاني - (13 / 188)

وَإِلى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ من الأحكام الفرعية أو ما يعمها وغيرها من العقائد على أنه من ذكر العام بعد الخاص.

قوله تعالى {قَالُوا إِنْ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ يُرِيدَانِ أَنْ يُخْرِجَاكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَى} [طه : 63]

التفسير المظهري – (6 / 149)

أراد بطريقتكم المثلى بسنتكم ودينكم الّذي أنتم عليه

نیز عربی میں راستے کو "صراط" بھی کہتے ہیں، یہ "طریق" کا مترادف اور ہم معنیٰ ہے، قرآنِ کریم میں اکثر و بیشتر یہ لفظ "شریعت" کیلئے ہی استعمال ہوا ہے:

قوله تعالى {وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا} [الأنعام : 126]

تفسير ابن كثير ت سلامة – (3 / 337)

أي: هذا الدين الذي شرعناه لك يا محمد بما أوحينا إليك هذا القرآن، وهو صراط الله المستقيم، كما تقدم في حديث الحارث، عن علي [رضي الله عنه]

{اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ } [الفاتحة : 6]

{إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ } [آل عمران : 51]

{وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} [الأنعام : 87]

{وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ} [الأنعام : 153]

حاصل یہ کہ طریقت کا مطلب راستہ ہے اور مراد اس سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے، جو کہ شریعت ہی ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہر راستہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا بلکہ کچھ راستے ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے کے بجائے اُلٹا اللہ تعالیٰ سے دُور کر دیتے ہیں، یہ شریعت کے بجائے اپنی خواہشاتِ نفسانی کی اتباع کا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے کے بجائے اُن سے دور کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورۃ النحل میں ہے:

{وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ} [النحل : 9]

ترجمہ: اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور بعضے رستے ٹیڑھے بھی ہیں (کہ اُن سے اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں) (از بیان القرآن مطبوعہ مع معارف القرآن: ۵ / ۳۲۱)

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"سیدھا راستہ شریعت و سنّت کا راستہ ہے، جبکہ ٹیڑھا راستہ خواہشات نفسانی اور کفر و بدعت کا ہے"

التفسير المظهري – (5 / 328)

فالقصد من السبيل السنة والجائر منها الأهواء والبدع وملل الكفر كلها

تفسير ابن كثير ت سلامة – (4 / 560)

{ومنها جائر} أي: حائد مائل زائغ عن الحق.قال ابن عباس وغيره: هي الطـــرق المختلفة، والآراء والأهواء المتفرقة،

گویا شریعت کے احکام پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا یعنی اسکا قُرب حاصل کرنا تصوف و طریقت کا مقصود ہے، لہٰذا تصوّف و طریقت کا جو راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے بجائے اُلٹا اللہ تعالیٰ سے دُور کر دے، وہ طریقت

ہر گز نہیں، بلکہ طریقت بس وہی ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچادے، دوسرے لفظوں میں وہ شریعت کے احکام (خصوصاً انسان کے باطن سے متعلق وہ احکام جو تقرّب الی اللہ کے لئے لازم اور ضروری ہیں) پر عمل کرنا آسان کر دے۔

علماءِ دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف جس تصوّف کی نسبت کی جاتی ہے، اس تصوّف کا شریعت کے احکام کے تابع ہونا تو ہر کس ناکس کو مسلّم ہے، بلکہ یہ بات تو علماءِ دیوبند رحمہم اللہ کی امتیازی خصوصیت کے طور پر جانی جاتی ہے کہ مرورِ زمانہ کی وجہ سے جن جن نفسانی خواہشات اور خلاف شریعت باتوں کو تصوّف کا نام دے کر اپنالیا گیا تھا، انہوں نے تصوّف کو اُن سے پاک کر کے اسکو اسکی اصلی صورت میں دوبارہ رائج کیا اور کبھی بھی تصوّف کو شریعت سے بالاتر نہیں سمجھا بلکہ شریعت ہی کو ہمیشہ اصل سمجھا اور بتایا اور تصوّف کو محض شریعت پر عمل کرنے کیلئے معاون و مددگار سمجھا۔ نیز صحیح پیر و مرشد کی نشانی بھی یہی بتلائی کہ وہ شریعت وسنّت کے متبع اور گناہ بلکہ شبہات سے بھی بچنے والا ہو۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنی کتاب "البدائع" (ص: ۱۷۰) میں فرماتے ہیں:

"شریعت و طریقت میں تنافی نہیں، جیسے جہلاء کا خیال ہے کہ شریعت اور شے ہے اور طریقت اور۔ اور کہتے ہیں کہ شریعت میں بہت سی چیزیں حرام ہیں اور طریقت میں حلال ہیں۔"

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"میرے اکابر کے یہاں تصوّف اور احسان ایک ہی چیز ہے، جو شریعتِ مطہرہ کا جزء ہے۔ میرے اکابر کی تالیفات اس سے لبریز ہیں۔ (شریعت و طریقت کا تلازم، صفحہ: ۱۰۱)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اپنی اسی کتاب میں صفحہ: ۱۰۷ پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کا ایک مکتوب نقل فرماتے ہیں:

"شریعت کے تقاضے پر عمل کرنا تمام عوام و خواص کیلئے ضروری ہے ولابدّی ہے۔ طریقت کی مجال نہیں کہ وہ شریعت کے احکام کو اٹھادے اور اھلِ طریقت کو تکالیفِ شرعیہ سے آزاد کر دے۔ اھلِ سنّت کے عقائدِ قطعیہ میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ بندہ بحالتِ ہوش وحواس ہر گز ایسے درجہ پر نہیں پہنچتا کہ تکالیفِ شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں" (مکتوب خواجہ محمد معصوم ۳۷ صفحہ نمبر ۱۲۱)

نیز حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ یوں نقل فرماتے ہیں:

حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہ تعلیم الدین، ص: ۱۸۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

اس غلطی کی اصلاح کہ فقیری میں اتباعِ شریعت کی ضرورت نہیں: فتوحات میں ہے: "جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو، بد دینی اور مردود ہے"

اور اُسی میں ہے: "جو شخص کہے کہ اِدھر کوئی اور راہ ہے اللہ کی طرف، بر خلاف اسکے جو شریعت نے بتلادیا، اسکا قول جھوٹا ہے، پس ایسے شیخ کو مقتدانہ بنایا جائے، جس میں ادب نہ ہو۔

اسی میں ہے "نہیں ہے ہمارے لئے اللہ کی طرف کوئی راستہ مگر شرعی طور سے، اور نہیں ہے کوئی راہ ہمارے لئے اللہ کی طرف کو، مگر وہی جو اُس نے شریعت میں بتلا دیا۔" (شریعت وطریقت کا تلازم، صفحہ:۱۱۱)

تسہیل قصد السبیل (ص: ۹) میں حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"تصوف وطریقت جو در حقیقت شریعت ہی پر مکمل عمل کرنے کا دوسرا نام ہے۔۔۔"

نیز فرماتے ہیں (ص:۱۲):

"حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا: شریعت بغیر طریقت نرا فلسفہ ہے اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ والحاد"

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: جس شخص کا ظاہر پاک نہ ہو، اسکا باطن پاک ہو ہی نہیں سکتا۔

آخر میں حضرت اقدس مفتی اعظم صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جاہل مدعیانِ تصوف جو یہ کہتے ہیں کہ شریعت وطریقت الگ الگ دو راہیں ہیں ایک کام جو شریعت میں حرام ہے، ہو سکتا ہے کہ طریقت میں حلال ہو، یہ قطعاً گمراہی اور کھلی بے دینی اور تمام صوفیاء کرام کے مسلک کے خلاف ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا وآخرت میں کامیابی کا دارومدار صرف "شریعت" کی اتباع میں ہے اور "طریقت" شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں، بلکہ مکمل شریعت پر چلنے کا راستہ ہی "طریقت" کہلاتا ہے۔ نیز کوئی بھی شخص شریعت پر عمل کرنے سے مستثنیٰ نہیں، بلکہ انبیاءِ کرام علیہم السلام سمیت ہر مسلمان (بشمول پیر ومرشد) شریعت کا پورا پورا مکلف ہے۔

اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے جوابات درجِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔۔۔ان صاحب کے حوالے سے سوال میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں، خصوصاً نامحرم خواتین سے تنہائی میں ملاقات کرنا، اجنبی لڑکیوں سے جسمانی خدمت لینا وغیرہ، اگر واقعۃً وہ تفصیلات درست ہوں تو پھر ان صاحب کے پاس بچیوں کو لے جانا خطرہ سے بالکل خالی نہیں۔ اسلئے انکے پاس بچیوں کو لے جانا ہرگز جائز نہیں۔ اس سے مکمل احتراز کریں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا خواتین کے لئے بھی دین پر چلنے کیلئے شیخ سے رابطہ رکھنا ضروری ہے؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کسی شیخ سے رابطہ کرنا فی نفسہ لازم نہیں، بلکہ اصل مقصد شریعت کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"وہ ذرا سی بات جو حاصل ہے تصوف کا، یہ ہے کہ جس وقت کسی طاعت کی ادائیگی میں سستی ہو، تو اس سستی کا مقابلہ کرکے اس طاعت کو کرے، اور جس وقت کسی گناہ کا داعیہ (تقاضا) پیدا ہو تو اس داعیے (تقاضے) کا مقابلہ کرکے اس گناہ سے بچے۔ جب یہ بات حاصل ہو جائے تو پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ اسی سے تعلق مع اللہ

پیدا ہوتا ہے۔اسی سے مضبوط ہوتا ہے اور اسی سے ترقی کرتا ہے۔" (بصائرِ حکیم الامت:۹۹ و اسلام اور ہماری زندگی: ۲ / ۱۸۸)

لیکن عادۃً چونکہ دین پر ایسی پختگی حاصل ہو جانا کسی شیخ کامل سے رابطہ رکھے بغیر انتہائی مشکل ہے، اسلئے بزرگوں نے کسی متبع شریعت شیخ سے رابطہ رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے (اور یہ حکم مرد و خواتین دونوں کیلئے یکساں ہے)، چنانچہ حضرت حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"بھلا نری (صرف) کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے؟ موٹی سی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا۔۔۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا۔۔۔ غرض بدون کسی کامل کی صحبت کے کوئی کامل نہیں بن سکتا۔" (شریعت و تصوف: ۱۰۷)

تسہیل قصد السبیل (۲۱) میں ہے:

"ظاہری اعمال اور انکے مسائل سیکھنے کیلئے بھی عادتاً اُستاذ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر استاذ کے یہ کام بھی درست نہیں ہوتا، لیکن اعمالِ باطنہ۔۔۔ جو تصوف و طریقت میں بیان کئے جاتے ہیں، اُن کا علم حاصل کرنے اور اُن پر عمل کرنے کیلئے اُستاذ کی ضرورت اُس سے زیادہ ہے۔۔۔۔ توبہ، جس کا بیان دوسری ہدایات میں آئے گا، جب کوئی اُس پر عمل کرنا شروع کرے گا تو معلوم ہوگا کہ اُس کی تکمیل میں بھی جگہ جگہ پیر و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر شیخ کامل کی راہبری کے توبہ بھی مکمل ہونا مشکل ہے۔"

البتہ خواتین کا شیخ سے رابطہ صرف خط و کتابت کی حد تک ہونا ہی ضروری ہے۔ بہت ضرورت ہو تو حجابِ شرعی کے تمام احکامات پر عمل کرتے ہوئے اور خلوت اور مس وغیرہ سے بچتے ہوئے مختصر اور ضروری بات کر لی جائے تو اسکی اجازت ہے۔ اس سے بڑھ کر بلا ضرورت رُو برو ملاقات کرنا یا نقاب اتارنا یا تنہائی اور خلوت میں ملاقات کرنا وغیرہ ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ یہ سراسر فسق و فجور اور گمراہی ہے۔ جس سے اجتناب لازم ہے۔

﴿۲﴾۔۔۔ پیر کیلئے محرم خاتون سے خلوت میں ملاقات کرنا نبی کریم ﷺ کی واضح ارشادات کے سراسر خلاف اور ناجائز ہے۔ آپ ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ:

عن ابن عباسؓ رضي الله عنهما، أنه: سمع النبي صلى الله عليه وسلم، يقـــول: «لا يخلون رجل بامرأة، ولا تسافرن امرأة إلا ومعها محرم» (صحيح البخاري - 4 / 59)

مفہوم: کوئی شخص بھی کسی عورت سے خلوت میں ہرگز نہ ملے۔

نیز ایک اور حدیث میں ہے:

عن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لا يخلون رجل بـــامرأة إلا كـــان ثالثهما الشيطان» . رواه الترمذي (مشكاة المصابيح - 2 / 935)

مفہوم: جب بھی کوئی مرد کسی (نامحرم) عورت سے خلوت میں ملاقات کرتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ المفاتیح - (5 / 2056) میں اسکا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ:

"شیطان ان دونوں کی شہوت کو ابھار کر بدکاری میں مبتلا کر دیتا ہے"

والمعنى يكون الشيطان معهما يهيج شهوة كل منهما حتى يلقيهما في الزنا

ہمارے اکابر نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ پیر اگر نامحرم ہو تو اسکا حکم عام نامحرم سے الگ نہیں، بلکہ اس سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فتاویٰ رشیدیہ (۴۸۵) میں فرماتے ہیں:

"سامنے آنا پیرومرشد کے مستورات کو حرام ہے۔ ہرگز ہرگز کسی صورت جائز نہیں۔ کلام کرنا اگر خوفِ فتنہ نہ ہو تو جائز ہے۔ اگر خوفِ فتنہ ہو تو حرام و ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ بہشتی زیور، مطبوعہ دارالاشاعت (۲۸۱) میں فرماتے ہیں:

"اپنے پیر کے سامنے آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر محرم کے سامنے آنا، اسلئے یہ بھی جائز نہیں۔"

ملفوظاتِ حکیم الامت رحمہ اللہ میں ہے:

"اور افسوس ہے کہ بعضے پیر بھی اس میں مبتلا ہوتے ہیں کہ عورتیں اُن سے پردہ نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو بجائے باپ کے، بلکہ باپ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور بے حیا بے محابا سامنے آتی ہیں اور بڑے بے حیا وہ دیوث مرد ہیں، جو ایسے پیروں کے سامنے اپنی بیٹیوں اور بہوؤں کو آنے دیں۔ بعض جگہ تو ایسا سنا گیا کہ مریدنیاں تنہا مکان میں جاتی ہیں اور وہاں مرید ہوتی ہیں۔ نعوذ باللہ۔ جناب رسول مقبول ﷺ سے زیادہ کون ہوگا؟ حضور سے عورتیں پردہ کرتی تھیں۔ ساری امت کی عورتیں آپ کی روحانی بیٹیاں اور حضور خود معصوم۔ کسی قسم کے وسوسہ کا بھی شائبہ نہیں، لیکن باوجود اس کے پھر پردہ کا حکم تھا۔ (ملفوظاتِ حکیم الامت: ۲۸ / ۴۳۶)

نیز حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ یاد رکھنے کے قابل ہیں، فرماتے ہیں:

"آج کل پیروں نے دین کا ناس کر دیا ہے۔۔۔۔ اب بعض عورتیں غضب کرتی ہیں کہ پیر سے پردہ نہیں کرتیں۔ اور خاوند کو چھوڑ کر پیر صاحب کے یہاں پڑی رہتی ہیں۔۔۔ اور پیر صاحب بھی اس پر فخر کرتے ہیں کہ اتنی عورتیں ہماری مسخر ہیں۔ بے شک وہ تو مسخر ہو گئیں ہیں، لیکن تم مسوخ ہو گئے ہو۔ افسوس ایک طوفان بدتمیزی پھیلا ہوا ہے۔۔۔۔ یہ سب باتیں اللہ و رسول ﷺ کے خلاف ہیں۔ یاد رکھو جو شریعت کے خلاف کرے گا وہ پیر نہیں ہو سکتا۔ پیر تو رسول کا نائب ہوتا ہے۔۔۔ جو شخص منیب (نائب بنانے والے) کے خلاف تعلیم کرتا ہے تو اسکو منیب (نائب بنانے والے) کا نائب کہنا کہاں درست و جائز ہے؟ یہ عجیب بات ہے کہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے نائب اور کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف۔۔۔۔ آجکل پیروںؒ کے یہاں یہ آفت ہے کہ خود عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ صاحبو! یہ پیری مریدی ہے یا رہزنی اور ڈاکہ ہے؟؟؟ پیر تو خدا کا مقرب بنانے کیلئے ہوتا ہے، مگر ان کی حرکتیں خدا سے دور کرنیوالی ہیں۔ یہ پیر خدا سے دور ہیں۔ دوسروں کو کیا مقرب بنائیں گے؟؟" (خطباتِ حکیم الامت: ۲۰ / ۲۱۰ تا ۲۱۲)

عزیز الفتاویٰ (۱۶۵) میں ہے:

سوال ۱۱۰: ایک شخص لوگوں کو مرید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مریدین کی مستورات کو پیر سے پردہ کرنا نہیں چاہئے اور بجائے تلاوت قرآن کے اللہ اللہ کرنا چاہئے۔ ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص بیعت کے قابل نہیں اور اسکے قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے۔ مقتدا ہونے کے لائق نہیں ہے اور امام بنانے کے قابل نہیں الخ۔

﴿۳﴾۔۔۔ضرورت کے موقعوں کے علاوہ کسی بھی مسلمان کیلئے کسی نامحرم خاتون کو نظر اٹھا کر دیکھنا جائز نہیں ہے۔ فقہاء نے ضرورت کے موقعوں کی مثال یہ دی ہے کہ مثلاً گواہ کیلئے عدالت میں عورت کو دیکھنا تاکہ وہ پہچان کر گواہی دے سکے کہ وہ کس کے حق میں یا کسی کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔ نیز مثلاً عورت کے جسم کے کسی حصے پر کوئی چوٹ یا بیماری ہو تو فقہاء نے طبیب کو اس شرط کے ساتھ اس خاتون کا علاج کرنے کی اجازت دی ہے کہ اسکے علاج کیلئے کوئی خاتون ڈاکٹر دستیاب نہ ہو۔ اور وہ مرد ڈاکٹر صرف چوٹ والی جگہ کو ہی بقدرِ ضرورت دیکھے۔ اسکے علاوہ کسی اور جگہ ہرگز نہ دیکھے۔

جبکہ پیر کیلئے اپنی نامحرم مریدہ خاتون کی اصلاح کی خاطر اسکی طرف دیکھنا، اس سے نظر ملانا اُسکی اصلاح کیلئے بالکل ضروری نہیں، اسلئے اصلاح کی خاطر مریدنی سے نظریں ملانا یا خلوت میں اس سے ملنا یا اسے اپنی خلوت میں بلانا ہرگز جائز نہیں، اس سے اجتناب لازم ہے۔

﴿۴﴾۔۔۔نامحرم لڑکی سے اپنے ہاتھ کو بوسہ دلوانا پیر سمیت کسی بھی مسلمان کیلئے جائز نہیں، بلکہ حرام اور گناہ ہے۔ اگر ایسا کرنا کسی کیلئے جائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس بات کے سب سے زیادہ لائق تھے کہ آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے، لیکن آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی نامحرم خاتون سے اپنے مبارک ہاتھوں کو بوسہ نہیں دلوایا۔ بوسہ تو دور کی بات، بیعت کرتے ہوئے کبھی آپ نے کسی نامحرم خاتون سے ہاتھ بھی نہیں ملایا، بلکہ اگر کبھی شبہ بھی ہوا کہ بیعت کیلئے ہاتھ بڑھانے والا مرد کے بجائے شاید عورت ہے تو اس پر بھی آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

آپ ﷺ نے کبھی کسی (نامحرم) عورت کا ہاتھ تک نہیں چھویا، بلکہ آپ ﷺ انہیں زبانی بیعت فرمایا کرتے تھے۔

ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة، ما يبايعهن إلا بقوله: «قد بايعتك على ذلك» صحيح البخاري - (6 / 150)

نیز امی عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ:

ایک خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ فوراً واپس کھینچ لیا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: أومت امرأة من وراء ستر، بيدها، كتاب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقبض النبي صلى الله عليه وسلم يده، فقال: «ما أدري أيد رجل، أم يد امرأة؟» قالت: بل امرأة، قال: «لو كنت امرأة لغيرت أظفارك» يعني بالحناء سنن أبي داود - (4 / 77)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

"بعض ناواقف یا بے احتیاط درویش عورتوں سے دست بدست بیعت لیتے ہیں۔ یہ عمل بالکل ناجائز ہے۔ بلاضرورت اجنبی عورت کے بدن پر ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ اس حدیث میں اس عمل کا ابطال اور رَد ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کون مربی اور عفیف ہوگا؟ جب آپ ﷺ نے اس میں احتیاط فرمائی

تودوسرے پیر کو باپ یا فرشتہ سمجھ کر ایسی بے تکلفی اور بے پردگی کو کیونکر گوارا کیا جاسکتا ہے۔" (بصائر حکیم الامت:۱۳۱)

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فتاویٰ رشیدیہ (۴۸۵) میں فرماتے ہیں:

"اگر پیر نامحرم ہو اور عورت بہت بڑھیا نہ ہو تو اس پیر کے سامنے آنا اور اسکے ہاتھ سے ہاتھ مَس کرنا اور کسی جزوِ بدن کو ہاتھ لگانا ہرگز درست نہیں ہے۔ البتہ زبان سے بیعت ہو جانا اور پس پردہ اور اشخاص کی موجودگی میں زبانی بات چیت کر لینا درست ہے۔ خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاویٰ رشیدیہ:۴۹۱)

﴿۶،۵﴾۔۔۔ عام حالات میں کسی نامحرم عورت سے پیر دبوانا یا کوئی اور جسمانی خدمت لینا شرعاً بالکل ناجائز اور گناہ ہے۔ اسکے جواز کی دلیل کے طور پر خاتون طبیبہ (لیڈی ڈاکٹر) سے علاج کروانے یا انتہائی مجبوری کی حالت میں خواتین کا مجاہدین کی مرہم پٹی کرنے والے مسئلے کو ذکر کرنا بالکل غلط ہے۔ اسکو اتباعِ ھویٰ یا گمراہی سے تعبیر کیا جائے تو شاید بے جا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کی تعلیم بالکل واضح ہے کہ پیر سے بھی بالکل اسی طرح پردہ کرنا ضروری ہے، جس طرح کسی دوسرے نامحرم شخص سے اور یہ کہ کسی مرید خاتون کیلئے اپنے پیر کی جسمانی خدمت کرنا بالکل جائز نہیں ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بیبیو! پیر سے فقط دین کی تعلیم حاصل کرو۔ اسکے سوا خدمت وغیرہ کچھ نہ کرو۔ نہ اسکے سامنے آؤ۔ نہ خط و کتابت کرو۔ بلکہ اگر کچھ لکھوانا ہو تو اپنے مرد سے کہدو کہ وہ خود لکھ دے اور اگر مجبوری کی حالت میں تم کو اگر خود ہی لکھنا پڑے تو اس بات کا ضرور خیال رکھو کہ خط لکھ کر اپنے شوہر یا بھائی یا بیٹے کو دکھلا دیا کرو۔" (خطبات حکیم الامت، حقوق البیت:۲۰ / ۲۹)

﴿۷﴾۔۔۔ نامحرم خواتین سے صرف ضرورت یا حاجت کی حد تک بات کی جاسکتی ہے۔ بلاحاجت بات کرنا یا ان کو شعر و شاعری کے میسجز کرنا یا فون پر محبت سے غیر ضروری باتیں کرنا ناجائز اور دینی منصب کے بالکل خلاف ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

﴿۸﴾۔۔۔ میاں بیوی کے قریبی تعلقات یا زنا وغیرہ کے واقعات کو تفصیل سے کسی لڑکی کے سامنے ذکر کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔ شریعت نے بدکاری کا واقعہ صرف ضرورت کے وقت (مثلاً: عدالت میں بدکاری ثابت کرنے کیلئے گواہی دینی ہو) ذکر کرنے کی اجازت دی ہے، بلاضرورت ذکر کرنے کو بے حیائی پھیلنے کا سبب اور گناہ و ناجائز بتلایا ہے اور اس پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ (کمافی معارف القرآن فی تفسیر سورۃ النور، آیت: ۹ صفحہ: ۳۸۰ جلد: ۶)

نیز میاں بیوی کے درمیان ہونے والے معاملات کو ذکر کرنے کو انتہائی ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے اور اسکو سب کے سامنے بدکاری کرنے کے مشابہ قرار دیا ہے۔

سنن أبي داود - (2 / 253)

فقال: «هل منكم الرجل إذا أتى أهله فأغلق عليه بابه وألقى عليه ستره واستتر بستر الله»

قالوا: نعم، قال: «ثم يجلس بعد ذلك فيقول فعلت كذا فعلت كذا» .... فقالت: يا رسول الله، إنهم ليتحدثون، وإنهن ليتحدثنه، فقال: «هل تدرون ما مثل ذلك؟» فقال: «إنما مثل ذلك مثل شيطانة، لقيت شيطانا في السكة فقضى منها حاجته والناس ينظرون إليه

نیز جو شخص اپنی بیوی سے تنہائی میں ملنے کے بعد اسکی تفصیلات دوسروں کے سامنے ذکر کرے حدیث کی رُو سے ایسا شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین لوگوں میں سے ہوگا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن من أشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة، الرجل يفضي إلى امرأته، وتفضي إليه، ثم ينشر سرها» صحيح مسلم - (2 / 1060)

نیز یہ عمل انتہائی بے حیائی اور بے شرمی کے زمرے میں آتا ہے، جبکہ پیارے نبی کریم ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ:

"حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں (ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں) جب ان میں سے کوئی ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔"

قال النبي صلى الله عليه وسلم: «الحياء والإيمان قُرنا جميعا، فإذا رفع أحدهما رفع الآخر» .

«هذا حديث صحيح على شرطهما(المستدرك على الصحيحين للحاكم -1 /73)

ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ:

"حیاء اور ایمان کو آپس میں جوڑ دیا گیا ہے، یہ جب بھی کسی سے جدا ہوتے ہیں ایک ساتھ جدا ہوتے ہیں"

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «الحياء والإيمان مقرونان، لا يفترقان إلا جميعا» المعجم الأوسط - (4 / 374)

گویا حیاء و ایمان لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ جب حیاء چلی جائے تو ایمان بھی جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"غیرت ایک ایسی چیز ہے، جس سے آدمی سینکڑوں گناہوں سے خود بخود محفوظ ہو جاتا ہے۔ غیرت قریب قریب سب گناہوں کیلئے محافظ ہے۔"(بصائر حکیم الامت:۵۲۵)

﴿۹﴾۔۔۔ جس طرح کسی عام مسلمان کیلئے کسی نامحرم عورت سے معانقہ کرنا شرعاً جائز نہیں، اسی طرح کسی پیر کیلئے بھی نامحرم عورت سے معانقہ کرنا شرعاً ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ نامحرم کے ساتھ معانقہ کر کے ظلمت و تاریکی تو منتقل ہو سکتی ہے، لیکن کوئی نور ہرگز منتقل نہیں ہو سکتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ذکر و طاعت سے قلب نورانی ہو جاتا ہے اور غفلت و معصیت سے قلب ظلماتی ہو جاتا ہے۔ پس ذکر و طاعت کا آثار انوار ہیں اور غفلت و معصیت کے آثار ظلمات ہیں۔"(بصائر حکیم الامت:۵۷۵)

نیز معانقہ کرنے والے پیر خواہ عمر رسیدہ ہی کیوں نہ ہوں تب بھی ان سے معانقہ کرنا جائز نہیں، بلکہ بزرگانِ دین نے بوڑھے سے پردہ کرنے کی زیادہ تاکید فرمائی ہے:

بوڑھے سے زیادہ پردہ اور احتیاط کرنا چاہیئے، کیونکہ اس میں جس طرح اور قویٰ کمزور ہیں، ایسا ہی شہوت کی مقاومت (مقابلہ کرنے کی صلاحیت) کمزور ہے۔ اور تقاضا اور میلان (شہوت) اسکو بھی ہوتا ہے جبکہ مقاومت (مقابلہ) وہ کر نہیں سکتا۔۔۔۔(ملفوظات حکیم الامت: ۲۶ / ۱۴۱)

﴿۱۰﴾۔۔۔ معلوم نہیں کہ یہ بات کسی بزرگ نے کہی بھی ہے کہ نہیں، اور کہی ہے تو کس نے کہی ہے؟ تاہم کسی مستند بزرگ نے یہ بات اگر کہی ہو تو اس بات کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ پیر فاجر و فاسق کیوں نہ ہو، پھر بھی آنکھیں بند کر کے اس سے تعلق جوڑ لیا جائے۔ اگرچہ اس سے تعلق جوڑنے کی بناء پر خود فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا اسکے پاس جانے سے اپنی عزت لٹ جانے کا خطرہ ہو۔ بلکہ اسکا مطلب صرف اتنا ہے کہ اگر کسی درست صورتحال پر اسے محمول کرنا ممکن ہو تو پیر کے بلکہ ہر مسلمان کے عمل کو اس پر محمول کر لینا بہتر ہے، مثلاً: اُس عورت کو منکوحہ سمجھا جا سکتا ہو، بشرطیکہ نکاح کا امکان ہو اور عورت کسی کی شادی شُدہ بیوی نہ ہو۔

آنکھوں دیکھی بات کو کسی صحیح محمل پر محمول کرنے کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا ہے:

(رأى عيسى رجلا يسرق فقال له عيسى سرقت قال كلا والذي لا إله إلا هو فقال عيسى آمنت بالله وكذبت نفسي) قال القاضي ظاهر الكلام صدقت من حلف بالله تعالى وكذبت ما ظهر لي من ظاهر سرقته فلعله اخذ ماله فيه حق أو بإذن صاحبه أو لم يقصد الغصب والاستيلاء أو ظهر له من مديده أنه أخذ شيئا فلما حلف له أسقط ظنه ورجع عنه شرح النووي على مسلم - (15 / 121)

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو چوری کرتے دیکھ کر پوچھا کہ "تم چوری کر رہے ہو؟" اُس آدمی نے کہا: "ہر گز نہیں! اُس ذات کی قسم جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں"۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: "میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور میں اپنے نفس کو جھٹلاتا ہوں"

علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ یہاں صحیح محمل پر محمول کرنا ممکن تھا، مثلاً یہ کہ وہ شخص دوسرے کے گھر سے اپنا مال ہی لے رہا ہو یا دوسرے کی اجازت سے اسکا مال لے رہا ہو وغیرہ وغیرہ، اسلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس واقعہ کو اس پر محمول کر لیا۔

غرضیکہ اس مقولہ کا مقصد صرف اتنا ہے کہ تحقیق کئے بغیر پیر سے بدگمان نہ ہوا جائے، بلکہ حتی الامکان اس سے خوش گمان ہی رہا جائے۔ چونکہ شیطان عام لوگوں کی بنسبت اپنے دینی رہنما سے زیادہ بدگمان کرتا ہے، اسلئے اسکو کچھ مبالغہ کے ساتھ اس طرح تعبیر کر دیا گیا ہے تاکہ آدمی اپنے دینی رہنما سے بدظن نہ ہو جائے۔

یہ حکم تو دیکھنے والے سے متعلق ہو گیا، لیکن خود پیر بلکہ ہر مسلمان کیلئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ خود کو تہمت کے مواقع سے بچایا جائے یعنی اگر فی نفسہ کوئی عمل جائز ہو، لیکن ناجائز عمل کے قریب ہونے کی وجہ سے ناجائز عمل کی تہمت لگنے کا خطرہ ہو تو اس عمل کا ارتکاب کر کے دوسروں کو بدگمانی کا موقع نہ دیا جائے۔ خصوصاً عوام میں اصلاح کا کام کرنے والے علماء و صلحاء پر یہ حکم زیادہ لاگو ہوتا ہے، چنانچہ ایک دفعہ پیارے نبی کریم ﷺ اعتکاف میں بیٹھے تھے تو ایک رات آپ کی اہلیہ محترم ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کی زیارت کیلئے تشریف لائیں۔ ملاقات کے بعد جب واپس روانہ ہونے لگیں تو آپ ﷺ انکو رخصت کرنے کیلئے دروازے تک تشریف لائے۔ اس وقت دو انصاری صحابی آپ ﷺ کو دیکھ کر تیزی سے گزرنے لگے تو آپ نے فوراً آواز دے کر فرمایا کہ "یہ صفیہ بنت حیی ہیں" ان دونوں نے

بے اختیار کہا"سبحان اللہ!" (یعنی ہم آپ پر کیسے شک کرسکتے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ وہ تم دونوں کے دل میں کوئی برائی نہ ڈال دے"

عن صفية بنت حيي، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم معتكفا فأتيته أزوره ليلا، فحدثته ثم قمت فانقلبت، فقام معي ليقلبني، وكان مسكنها في دار أسامة بن زيد، فمر رجلان من الأنصار، فلما رأيا النبي صلى الله عليه وسلم أسرعا، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «على رسلكما إنها صفية بنت حيي» فقالا سبحان الله يا رسول الله قال: " إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم، وإني خشيت أن يقذف في قلوبكما سوءا، أو قال: شيئا " صحيح البخاري - (4 / 124)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لیکن یاد رکھو! ایسے بزرگوں سے، جن کا ظاہر خلافِ شرع نظر آوے، بیعت ہونا جائز نہیں ہے۔۔۔جو لوگ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوتے ہیں۔۔۔وہ بالکل متبعِ سنتِ نبویہ کے ہوتے ہیں اور ان کی ہر وضع (حالت) سنت کے موافق (مطابق) ہوتی ہے اور تہمت اور بدگمانی کے موقع سے بچنا بھی سنت ہے"

پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:

"پس جو لوگ ارشاد (عوام کی دینی رہنمائی، اصلاح) کی شان لیے ہوئے ہوتے ہیں وہ تو ایہام (بدگمانی میں ڈالنے) سے بھی بچتے ہیں۔ ایسے حضرات قابل بیعت ہوتے ہیں۔ باقی جن کا ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو، ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ مکار ہیں۔ باطن بھی ان کا موافق نہیں ہے، وہ مردود ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ باطن انکا بالکل شریعت کے موافق ہوتا ہے، لیکن ظاہر ان کا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ان پر اعتراض نہ کرے اور نہ انکی اتباع کرے۔ غرض مرشد ایسے کو بناوے جو ظاہراً و باطناً پاک صاف ہو۔"(ملفوظات حکیم الامت:۲۸ / ۳۴۴)

نیز مریدین کیلئے اچھا گمان رکھنے اور اچھی تاویل کرنے کا حکم بھی صرف اسی وقت ہے جبکہ زندگی میں کوئی اِکا دُکا واقعات پیش آئے ہوں اور انکی تاویل کرنا ممکن ہو، لیکن جب کسی صاحب کے بارے میں عینی مشاہدہ ہو جائے یا بہت سے معتبر لوگوں سے انکے کرتوتوں کا پتہ چل جائے جسکی تاویل کرنا مشکل ہو تو پھر ایسے پیر سے اصلاحی تعلق قائم کرنا یا پرانے اصلاحی تعلق کو قائم رکھنا صوفیاء کی تعلیم ہرگز نہیں، بلکہ بزرگوں نے اس بات کی بہت زیادہ تاکید کی ہے کہ "پیرو مرشد" بنانے کے قابل بس وہی ہے جو مکمل طور پر شریعت کا متبع ہو، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پیر کی وقعت اسلئے ہے کہ وہ شریعت کے احکام پر چلاتا ہے۔۔۔یورپ میں ایک پیر تھے، وہ عورتوں کے پاس جاکر ٹھہر جاتے تھے۔ خدا ایسے پیروں کو غارت کرے۔ اسکے ساتھ وہ بڑے بزرگ اور قطبِ اعظم مشہور تھے اور کئی لاکھ آدمی اُن سے مرید تھے۔۔۔اپنے عقائد درست کرلو۔ جسکو خلافِ شریعت دیکھو، اسکے ہرگز معتقد نہ ہو"(اشرف الجواب:۲۰۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"یہ حال ہے لوگوں کے اعتقاد کا کہ کوئی شخص صوفی بن جائے پھر اسکی ہر بات بزرگی ہو جاتی ہے۔ خاموش رہیں تو خاموش شاہ کہلائیں۔ اور گالیاں دیں اور خلافِ شریعت کریں تو مجذوب کہلائیں۔ ایک دفعہ بزرگی رجسٹری ہونی چاہئے، پھر وہ ایسی پختہ ہو جاتی ہے، جسے بی بی تمیزہ کا وضو مشہور ہے ۔۔۔ نہ بدکاری سے ٹوٹے نہ ہگنے مُوتنے سے ٹوٹے۔ آجکل بزرگی بھی ایسی ہی پختہ ہے کہ اس میں کسی طرح کا خلل ہی نہیں

آتا حتی کہ اگر نماز بھی نہ پڑھیں تب بھی بزرگ ہیں۔ غرض ایک مرتبہ جس سے اعتقاد ہوگیا پھر خلل نہیں پڑتا۔۔۔ ایک پیر صاحب اپنی مریدنی کا گانا سُن رہے تھے۔ گانا سنتے سنتے آپ کو مستی سوار ہوئی اور اسکو تخلیہ میں لے جاکر اسکے ساتھ منہ کالا کیا اور وہاں سے باہر آکر فرماتے ہیں کیا کہ: جب آگیا جوش، نہ رہا ہوش۔ مگر مریدوں کے پھر بھی بزرگ ہی رہے۔ سبحان اللہ! کیا اچھی بزرگی ہے۔ چاہے کیسا ہی کام کرلیں مگر بزرگ کے بزرگ۔ غرض مسلمانوں نے (تصوف کی (از ناقل)) وہ درگت بنائی کہ یا تو اتباع ہی نہ تھا۔ اگر ہو تو بلا معیار ہوا" (اشرف الجواب:۲۲۵)

آگے پیشوا بنانے کا صحیح معیار بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سبیل من أناب (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے کے راستہ) کی اتباع کرو۔ ہر ایک کی اتباع نہ کرو۔۔۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے "توجہ الی اللہ" کو معیار بنایا اور توجہ الی اللہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے احکام کو مانے ۔۔۔ بس "من أناب إليّ" سے مراد وہ شخص ہوا جو کہ باعمل ہو اور عمل بدون (بغیر) علم کے ہو نہیں سکتا تو حاصل یہ ہوا کہ اس کا اتباع کرو جو احکام خداوندی کے علم و عمل، دونوں کا جامع ہو۔ بس دو چیزیں معیار ٹھہریں، ایک علم دین اور ایک عمل دین اور اب تک جتنے معیار لوگوں نے مقرر کر رکھے ہیں، ان میں نہ عمل ہے نہ علم۔" (اشرف الجواب:۲۲۷)

﴿۱۱﴾۔۔۔ سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھیں کہ تحقیق کئے بغیر محض سُنی سُنائی باتوں پر اعتماد کرکے کسی مسلمان کی طرف گناہ کے کام کی نسبت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جس سے اجتناب لازم ہے۔ خصوصاً جبکہ جس شخص کی طرف گناہ کی نسبت کی جارہی ہو وہ اگر کسی دینی منصب کا حامل ہو تو ایسا کرنا دین کیلئے بھی نقصاندہ ثابت ہوتا ہے اور اسکی وجہ سے بہت سے لوگ دین سے ہی دُور ہوکر بے دین ہوجاتے ہیں اور دین دُشمنوں کو دین کا مذاق اُڑانے کو موقع ملتا ہے۔

البتہ اگر کسی کو اپنے آنکھوں سے گناہ کرتے دیکھا ہو یا ایسے لوگ اسکے گناہ کی گواہی دیتے ہوں جنکی بات شرعاً بھی معتبر ہوتی ہے تو پھر ایسے شخص کے گناہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ بلاوجہ اس شخص کے گناہ کا لوگوں کے سامنے چرچا کرنا تو جائز نہیں، کیونکہ اس سے فحاشی و بے حیائی کو بلاوجہ فروغ ملتا ہے اور طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے بے حیائی کے کاموں کی نفرت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ جس کو شریعت نے سخت ناپسند کیا ہے اور ناجائز قرار دیا ہے۔

تاہم جن لوگوں کے بارے میں اُس بے حیائی کے کام کرنے والے شخص کے چُنگل میں پھنسنے کا خوف ہو تو خاص اُن لوگوں کو اس شخص کے کرتوت سے مطلع کرنا انکے ساتھ خیر خواہی کا تقاضا ہے، جسکا شریعت نے بھی حکم دیا ہے، لہٰذا اگر سوال میں ذکر کردہ باتوں کا آپ لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو یا اُن باتوں کا علم آپ لوگوں کو کسی ایسے ذریعہ سے ہوا ہو جسکا شریعت بھی اعتبار کرتی ہے تو آپ سینئر لڑکیوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ جونیئر لڑکیوں کو غلط صحبت سے بچانے کیلئے ان کو ساری باتوں سے مطلع کردیں اور ان کو سمجھا بجھا کر ان صاحب کے پاس جانے سے روکیں، تاکہ ان کی عزت خطرہ میں نہ پڑے اور انکا دین برباد نہ ہو۔ البتہ عام لوگوں میں انکے غلط کاموں کا چرچا کرنا ہرگز جائز نہیں، سخت گناہ ہے۔

﴿۱۲﴾۔۔۔ مسلمان کیلئے عام حالات میں حکم تو یہی ہے کہ اگر کسی فاسق شخص سے کسی مسلمان عورت کی عزت خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اُس عورت کو ضرور اطلاع کریں، ورنہ گناہ ہوگا۔ البتہ اطلاع دینے کی صورت میں خود اپنی جان جانے کا غالب گمان ہو تو پھر خاموش رہنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

﴿۱۳﴾۔۔۔ نامحرم عورتوں سے خلوت میں جسمانی خدمت لینے کے ناجائز ہونے کا تعلق کالج یونیورسٹی کے ماحول کو جاننے پر موقوف نہیں، بلکہ شریعت کا علم ہونے پر موقوف ہے۔ بالفرض اگر علماء کو یونیورسٹی کے ماحول کا علم نہ بھی ہو تب بھی محترم پیر صاحب کو دین کا اتنا بنیادی علم تو ضرور ہونا چاہئے کہ نامحرم عورت خواہ مریدنی کیوں نہ ہو، اس سے خلوت میں ملاقات کرنا یا جسمانی خدمت لینا وغیرہ ناجائز اور گناہ ہے، اُن پر لازم تھا کہ وہ خلوت میں عورتوں کے ساتھ ملاقات کرنے سے بچتے۔

پھر یہ بات بھی اپنے عموم کے ساتھ درست نہیں کہ علماء کو کالج یونیورسٹی کے ماحول کا علم نہیں۔ عوام کے ساتھ رابطے میں رہنے اور ان میں اصلاحی کام کرنے کی وجہ سے بہت سے اکابر علماء کو عصری تعلیمی اداروں کے ماحول میں پائی جانے والی دینی و معاشرتی برائیوں کا اچھی طرح علم ہے، بلکہ ان کو یہ بھی علم ہے کہ یہ خرابیاں صرف تعلیمی اداروں میں نہیں بلکہ بہت حد تک عام معاشرے میں بھی پائی جانے لگی ہیں (اور وہ اپنی اپنی وسعت کے مطابق کم یا زیادہ اصلاح کی کوششوں میں بھی لگے ہوئے ہیں) لیکن اسکے باوجود محقق اور متقی علماء کرام احتیاط و تقویٰ کے دامن کو چھوڑنا درست نہیں سمجھتے، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ انکی ذمہ داری شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اصلاح کی کوشش کرنا ہے۔ اس سے زیادہ کے وہ ذمہ دار نہیں۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ دوسرے کی اصلاح کی خاطر خود کسی ناجائز کام کا ارتکاب کرنا اور دوسرے کی آخرت بچانے کی فکر میں اپنی آخرت خراب کر بیٹھنا عقلاً ونقلاً درست طرز عمل نہیں۔ نیز علماء کے سامنے قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص اور بزرگوں کی بے شمار ہدایات ہیں، جن سے واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ عوام کی اصلاح کا مبارک خواب آج کے دور میں بھی قرآن و سنّت کو اپنا کر ہی شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے، جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی شریعت پر چل کر ہی یہ ممکن ہوا تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مقولہ ہے کہ لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها اور آخری بات یہ کہ دوسروں کو دین پر لانا خود دین پر عمل کر کے ہی ممکن ہے۔ شرعی احکامات کو پس پشت ڈال کر کی جانے والی اصلاح کی کوشش اس بیج کی مانند ہے جو بادی النظر میں تو بڑا خوبصورت ہو، لیکن اپنے ثمرات اور نتائج کے حساب سے وہ بالکل بے کار اور کانٹے دار درخت اُگانے والا ہو۔

﴿۱۴﴾۔۔۔ شیخ بھی ایک انسان ہے، لہٰذا شیخ سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسکو بُرا بھلا کہنے کے بجائے اسکے احسان کو یاد کرنا اور اسکے لئے دل میں نرم گوشہ رکھنا ایک مثبت طرز عمل اور بہت اچھی بات ہے۔ لیکن یاد رہے کہ شیخ کے احسانات کا بدلہ ہرگز یہ نہیں کہ گناہ میں ملوّث ہونے کے باوجود اسکے ساتھ اصلاحی تعلق کو قائم رکھا جائے یا اسکے ساتھ غلط کاموں (خلوت میں ملاقات وغیرہ) میں شریک ہوا جائے۔

بلکہ قرآن کا اصول ہے کہ {هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ} [الرحمن : 60] یعنی اچھے عمل کا بدلہ اچھا عمل ہی ہے۔ جبکہ محسن (احسان کرنیوالے) کے غلط کاموں میں شریک ہونا یا کسی گناہ پر ڈھٹائی کے ساتھ جم جانے اور لوگوں کے سمجھانے پر بھی باز نہ آنے کے باوجود اس کے ساتھ اصلاحی تعلق قائم رکھنا، گناہ کے کام پر اسکے حوصلہ افزائی کرنے کے مترادف ہے۔ جو کہ محسن کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی نہیں، بلکہ بدخواہی اور احسان فراموشی ہے، لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ مفتی کے فتویٰ کے باوجود ہم ناجائز عمل سے باز نہیں آئیں گے۔

البتہ ہمارے خیال میں موجودہ صورتحال میں شیخ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اگر شیخ سے واقعی کوئی گناہ کا کام سرزد ہوگیا ہے تو:

- اسکی وجہ سے شیخ سے نفرت نہ کی جائے، کیونکہ شیخ نے بھی اپنے سینکڑوں، ہزاروں مریدین کے کچھ نا کچھ گناہ معلوم ہونے کے باوجود کبھی کسی مرید سے نفرت نہیں کی بلکہ محبت سے پیش آکر اُن کو حق کی راہ دکھائی، جس سے بہت سے مریدین نہ صرف گناہ چھوڑنے والے بن گئے، بلکہ انہوں نے باطنی طور پر خوب ترقی بھی کی۔ نیز شریعت نے بھی گناہ سے نفرت کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن گناہ گار سے نفرت کا حکم نہیں دیا۔ البتہ گناہ گار کی حوصلہ افزائی کرنے اور جب تک وہ گناہ چھوڑ نہ دے اس وقت تک اسکو اپنا مقتدا بنانے سے منع ضرور کیا ہے۔

- سرزد ہونے والے گناہ کا غیر ضروری چرچا ہر گز نہ کیا جائے، کیونکہ یہ (۱) احسان فراموشی ہے (۲) مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ شیخ کے گناہ کا چرچا کرنا شریعت کے اس حکم کی خلاف ورزی ہے۔ (۳) اصلاح کے بجائے محض شرمندہ کرنے اور عار دلانے کی نیت سے اگر کسی کے گناہ کا تذکرہ کیا جائے تو حدیث کی رُو سے عار دلانے والا شخص موت سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہو کر رہتا ہے "من عير أخاه بذنب لم يمت حتى يعمله" سنن الترمذي ت بشار - (4 / 242) امام احمدؒ نے اگرچہ اس کی تشریح ایسے گناہ سے کی ہے جس وہ مسلمان توبہ کر چکا ہو، لیکن ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ محض بُرا بھلا کہنے کی نیت سے کہنے والا بھی اس میں داخل ہے: (بذنب) أي: صادر منه سابقا أو على طريق الشماتة مرقاة المفاتيح - (7 / 3048) (۴) نیز گناہ و بے حیائی کا بلا وجہ چرچا کرنے کو شریعت نے "بے حیائی کی اشاعت" کرنے کے زمرے میں شامل کیا ہے، اور اس پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اسلئے بھی اس سے بچنا ضروری ہے۔ البتہ جو لڑکیاں ایسے شخص سے اصلاحی تعلق جوڑنا چاہیں تو چونکہ انکے بارے میں غلط کاموں میں پڑنے کا اندیشہ ہے، اسلئے انہیں باخبر کرنا شرعاً لازم ہے۔

- چونکہ شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہے اور وہ انسان کے گمراہ ہونے سے کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا، اسلئے وہ منتہی (سلوک کی آخری منزلوں تک پہنچ جانے والے) کو بھی بہکانے سے باز نہیں آتا ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے واقعے سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فازلهما الشیطان : اس میں دلیل ہے کہ منتہی بھی مکرِ شیطان سے مامون نہیں، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے اُس وقت کامل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مگر باوجود اسکے اُن میں اور دوسروں میں دو فرق ہیں: ایک یہ کہ وہ کفر سے محفوظ تھے۔ دوسرے یہ کہ ان کی غلطی دوسروں کی معصیت کے مثل نہیں، کیونکہ ان کو توبہ کی ایسے درجہ کی توفیق ہوئی کہ دوسروں کو نہیں۔ (بصائر حکیم الامت: ۴۵۹)

- لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شیخ کے بارے میں اس بدگمانی سے بچا جائے کہ "عام جعلی پیروں کی طرح انکا مقصد بھی شروع سے غلط کام کرنا ہی تھا" بلکہ یہ سمجھا جائے کہ انہوں نے اصلاحی کام اخلاصِ نیت کے ساتھ شروع کیا، لیکن بعد میں بشر ہونے کے تقاضے سے غلط کام سرزد ہوگئے، لہٰذا ابھی فی الحال ان سے اصلاحی تعلق تو اگرچہ نہ رکھا جائے (کیونکہ شرعاً ایسے شخص سے تعلق جوڑنا درست نہیں) [illegible] البتہ اسلامی بھائی چارگی اور احسان مندی کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے لئے خوب اخلاص کے ساتھ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی جائے کہ اے اللہ! جس طرح آپ نے ان صاحب کے بیانات اور کوششوں سے ہمیں راہِ حق دکھلائی اور ہم سے گناہ کے کام چھڑوا دیئے، لہٰذا اگر یہ صاحب بھی کسی غیر شرعی کام کے مرتکب ہو رہے ہیں تو براہِ کرم آپ ان کو اس سے توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

مریدین کی دعاؤں سے شیخ کا گناہ سے باز آجانا کوئی بعید بات نہیں، دوسری صدی ہجری میں ایک مشہور بزرگ شیخ ابو عبد اللہ الاندلسی رحمہ اللہ گزرے ہیں، جو کہ حضرت جنید بغدادیؒ اور شیخ شبلیؒ اور ان جیسے بڑے بڑے بزرگوں کے شیخ تھے، اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ ان پر آزمائش آئی اور پھر مریدین کی دعا سے وہ آزمائش ختم ہوگئی۔ اس واقعہ کو مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنے کتابچے "درسِ عبرت" میں ذکر فرمایا ہے، نیز آپ بیتی میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے بھی اس واقعے کا تذکرہ فرمایا ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ کی ذات سے پُرامید رہتے ہوئے دعا کی جائے تو امید ہے کہ معاملات درست ہو جائیں گے۔

واضح رہے کہ فتویٰ کے اصول کے مطابق یہ جوابات سائلہ کے سوالات کی بنیاد پر لکھے گئے ہیں۔ ان کے واقعے کے مطابق ہونے کی ذمہ داری سائلہ پر ہے۔ فتویٰ دینے والے پر نہیں۔ ....

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد طلحہ ہاشم عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۶/ربیع الثانی/۱۴۳۹ھ

4/جنوری/۲۰۱۸ء

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح